سندھ سے واپسی پر سلطان فیروز شاہ نے غازیپور میں قیام کیا ۔ یہ قصبہ غیاث الدین تغلق کا بسایا ہوا تھا ۔ سندھ کے باغیوں نے اسے نقصان پہنچایا تھا ۔ سلطان نے وہاں کچھ عرصہ قیام کر کے شکستہ عمارتوں کی مرمت کروائی اور جن عمارتوں کی حالت خراب ہو چکی تھی ، انہیں ازسرنو تعمیر کروایا ۔ فاضل مصنف نے لکھا ہے کہ اللہ تعالی نے اس «بادشاہ جہانگیر» کو باغیوں ، کافروں، مشرکوں اور دین کے مخالفوں کا قلع قمع کرنے کی توفیق بخشی تھی ۔

سیرت فیروز شاہی کے مطالعہ سے سلطان محمد بن تغلق کے بارے میں یہ انکشاف ہوا کہ اسے باز پالنے کا بڑا شوق تھا ۔ ایک بار اس کا ایک پسندیدہ باز چوری ہوگیا ۔ اس واقعہ کے کئی سال گذر جانے کے بعد سلطان نے اس باز کو کسی کے پاس دیکھا تو فوراً پہچان لیا ۔ حاضرین میں سے کسی شخص نے اس سے پوچھا کہ اس نے یہ کیسے جان لیا کہ وہ اس کا باز ہے ۔ سلطان نے کہا کہ اسے کوئی شخص اپنے ہاتھ پر بٹھا لے ۔ وہ اشارہ کرے گا تو وہ باز اس کے پاس آ جائے گا ۔ چنانچہ ایک شخص نے اسے اپنے ہاتھ پر بٹھا لیا اور جونہی سلطان نے اشارہ کیا وہ اڑ کر اس کے پاس آ گیا ۔ فاضل مصنف لکھتا ہے کہ سلطان محمد بن تغلق بحری یا باز کو دیکھ کر یہ بتا دیا کرتا تھا کہ وہ کس علاقے ، جنگل یا پہاڑ کا رہنے والا ہے ۔ وہ یہ بھی بتا دیا کرتا تھا کہ اس کی پیدائش اونچے گھونسلے کی ہے یا نچلے گھونسلے کی ۔ علاوہ ازیں وہ ان کی مخصوص عادات سے بھی کماحقہ ، واقف تھا[۱۲] ۔ صاحب سیرت فیروز شاہی نے کئی اوراق میں مختلف اقالیم و بروج میں رہنے والے جانوروں کا ذکر کیا ہے اور ان کے خواص بھی بیان کیے ہیں ۔

فاضل مصنف نے ایک موقع پر سلطان فیروز تغلق کے عہد میں عوام کی خوشحالی اور فارغ البالی کا بڑے فخر کے ساتھ ذکر کیا ہے[۱۳] ۔ یہ درست ہے کہ اس کے عہد میں محمد بن تغلق کے عہد کی نسبت امن و امان رہا ، اور لوگوں کے جان و مال محفوظ رہے ، لیکن یہ خوشحالی والی بات درست نہیں ۔ اس عہد میں حمید قلندر نے حضرت نصیرالدین چراغ دہلیؒ (م۱۳۵٦ء) کے ملفوظات خیر المجالس کے نام سے جمع کیے تھے ۔ خیر المجالس میں حضرت چراغ دہلیؒ نے فیروز شاہ اور علاء الدین خلجی کے زمانوں میں مختلف اشیاء کی قیمتوں کا موازنہ کرتے ہوئے عہد فیروزی میں گرانی کا شکوہ کیا ہے[۱٤] ۔

۱۲۔ سیرت فیروز شاہی ، ورق ۵۴ الف تا ۵٦ ب ۔

۱۳۔ سیرت فیروز شاہی ، ورق ۵۸ ب ۔

۱٤۔ حمید قلندر ، خیر المجالس ، مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۵۹ء ، ص ۲۴۰ ۔

صاحب سیرت فیروز شاہی کی روایت ہے کہ عہد فیروزی میں اگر کوئی شخص عمداً یا سہواً قتل کا مرتکب ہوتا تھا، تو اسے شریعت کے مطابق سزا ملتی تھی۔ اسی طرح زخم کا تاوان بھی شریعت کے مطابق وصول کیا جاتا تھا۔ سلطان فیروز شاہ چونکہ خود شریعت کی پیروی کرتا تھا، اس لیے اس عہد کے مفتی آزادی کے ساتھ شریعت کے مطابق فتوے دیا کرتے تھے[۱۵]۔

سلطان فیروز شاہ نے تمام غیر شرعی ٹیکس موقوف کر دیے اور سرکاری خزانے میں ناجائز مدوں سے آنے والی رقوم داخل کرنی بند کر دیں۔ اس «برگزیدۂ رحمن» نے منده برگ[۱۶]، دلالت بازار[۱۷]، جزاری[۱۸] امیر طرب[۱۹]، گل فروشی[۲۰]، ضریبۂ تنبول[۲۱]، چنگی غلہ[۲۲]، کیالی[۲۳]، نیل گری[۲٤]، ماہی فروشی[۲۵]، تلاقی[۲٦]، صابون

۱۵۔ سیرت فیروز شاہی، ورق ۵۹ الف۔

۱٦۔ منڈی کا ٹیکس۔ کاتب نے سیرت فیروز شاہی میں مندۂ برگ کو مندۂ ترک لکھا ہے۔

۱۷۔ دلالوں پر ٹیکس۔

۱۸۔ بڑے قصابوں پر ٹیکس۔

۱۹۔ ناچ گانوں اور تماشوں پر ٹیکس۔ اس کا صحیح ترجمہ Entertainment Tax ہوگا۔

۲۰۔ پھولوں کی فروخت پر ٹیکس۔

۲۱۔ پان پر ٹیکس۔ فتوحات فیروز شاہی میں اسے جزیۂ تنبول لکھا ہے۔ لیکن سیرت فیروز شاہی میں ضریبۂ تنبول لکھا ہے۔ جزیہ کی نسبت ضریبہ اصح ہے۔

۲۲۔ غلہ پر محصول چنگی۔ سیرت فیروز شاہی میں اسے چنگی غلہ کی بجائے چنکری غلہ لکھا ہے۔

۲۳۔ تولنے پر ٹیکس۔ پروفیسر شیخ عبدالرشید اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے کیالی کو کتابی پڑھا ہے۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی اسے کبابی سمجھتے ہیں۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اسے کیالی لکھا ہے، یہی صحیح ہے۔ راقم الحروف نے فتوحات فیروز شاہی میں اسے کتابی پڑھا تھا، اب اس سے رجوع کر لیا ہے۔

۲٤۔ نیل بنانے پر ٹیکس۔

۲۵۔ مچھلی بیچنے پر ٹیکس۔

۲٦۔ تلاقی، گھریلو سامان کو کہتے ہیں، اس پر ٹیکس لگانے کی تک سمجھ میں نہیں آتی۔ غالباً یہ لفظ نداقی تھا، جسے سیرت فیروز شاہی کے کاتب نے تلاقی بنا دیا ہے۔

گری۲۷ ، ریسمان فروشی۲۸ ، خضراوویات۲۹ ، روغن گری۳۰ ، نخود بریاں گری۳۱ ، چرائی۳۲ ، تہ بازاری۳۳ ، جھبہ کرہی۳۴ ، دانگانہ۳۵ ، قمار خانہ۳۶ ، مرسومات دادبیگی۳۷ ، کوتوالی۳۸ اور احتسابی۳۹ جیسے ٹیکس ، جسے وہ خلاف شرع سمجھتا تھا ، ختم کر دے۴۰ ۔ فاضل مصنف اس بات کا اعلان کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتا ہے کہ اب صرف شرعی مدات سے ہونے والی آمدنی ہی بیت المال میں داخل ہوتی ہے اور غنیمت کی تقسیم شریعت کے مطابق کی جاتی ہے۴۱ ۔

سلطان فیروز شاہ نے اپنی خود نوشت۔ فتوحات فیروز شاہی ۔ میں بائیس ٹیکسوں کی موقوفی کا ذکر کیا ہے جو غیر شرعی تھے ۔ ٹیکسوں کی اس فہرست میں صاحب سیرت فیروز شاہی نے مزید ایک ٹیکس (دانگانہ) کا نام گنوایا ہے ۔۴۲ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ ٹیکس یعنی دانگانہ فتوحات فیروز شاہی کی تصنیف کے بعد منسوخ کیا گیا ہو ۔

سلطان فیروز شاہ نے جمعہ اور عیدین کے خطبات میں سلاطین ماضیہ کے نام جاری کرائے ۔ اس کے علاوہ آس نے سنت کے احیا اور بدعت کے قلع قلمع پر بھی کمر ہمت باندھی ہوئی تھی ۔ اس کے عہد میں شیعہ مختلف شہروں میں پھیلے ہوئے تھے اور وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کیا کرتے تھے ۔ علاوہ ازیں وہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پتلے بنا کر انہیں چھریاں مارا کرتے تھے ۔ سلطان نے ان کا

۲۷- صابن بنانے پر ٹیکس ۔ ۲۸- رسیاں بیچنے پر ٹیکس ۔

۲۹- سبزیوں پر ٹیکس ۔ اس کا ذکر فتوحات فیروز شاہی میں نہیں آیا ۔

۳۰- تیل نکالنے پر ٹیکس ۔ ۳۱- بھنے ہوئے چنوں پر ٹیکس ۔

۳۲- جانور چرانے پر ٹیکس ۔ ۳۳- سرکاری زمین پر دکان بنانے پر ٹیکس ۔

۳۴- کپڑے چھاپنے پر ٹیکس ۔ ۳۵- اناج پر ٹیکس ۔

۳۶- جوئے خانے پر ٹیکس ۔ ۳۷- کورٹ فیس ۔

۳۸- پولیس سے متعلق فیس ۔ ۳۹- احتساب سے متعلق فیس (جرمانہ ؟)۔

۴۰- فتوحات فیروز شاہی ، ورق ۵۹ ب ، ۶۰ الف ۔

۴۱- ان ٹیکسوں کی تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے ۔ فتوحات فیروز شاہی ، مشمولہ تاریخی مقالات مصنفہ محمد اسلم ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ، ص ۱۸۴-۱۸۵ ۔

۴۲- سیرت فیروز شاہی ، ورق ۶۰ الف ۔ دانگانہ سے اناج کی زکواۃ مراد ہے ۔ اس کا نصاب ایک دانگ فی تنکہ تھا ۔ (خلیق احمد نظامی ، سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ، مطبوعہ دہلی ۱۹۵۸ء ، ص ۴۲۲)۔

بھی قلع قمع کیا تھا۔[۴۳] فیروز شاہ تغلق کے عہد ہی میں حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے ملفوظات الدرالمنظوم کے نام سے مرتب ہوئے تھے - ان میں بھی Anti-Shia مواد موجود ہے -

عہد فیروزی میں ملاحدہ کا ایک گروہ دہلی میں موجود تھا - ان بیدینوں نے ''باب اباحت'' کھولا - وہ لحم خنزیر اور شراب کو مباح سمجھ کر استعمال کیا کرتے تھے - یہ بیدین رات کے وقت کسی اندھیری جگہ جمع ہوتے اور پھر جو عورت ان کے ہاتھ آ جاتی ، اس کے ساتھ داد عیش دیتے - وہ اس معاملے میں ماں اور بہن کی حرمت کے بھی قائل نہ تھے - سلطان نے انھیں گرفتار کر لیا اور ان کے سرغنوں کو قتل کروا دیا اور باقی لوگوں کو قید کر دیا یا ملک بدر کر دیا -[۴۴]

سلطان فیروز شاہ نے ضبط شدہ زمینیں ان کے اصل مالکوں کو واپس کر دیں - اشاعت علم کے لیے مدارس قائم کیے ، جن میں مختلف علوم و فنون کی تدریس ہونے لگی - سلطان نے طلبا اور اساتذہ کے وظائف مقرر کر دیئے - اسی طرح مشائخ کرام کے نام بھی وظائف جاری کیے - مسافروں اور معتکفین کا بھی بیت المال سے روزینہ مقرر ہوا - سلطان نے ذمیوں سے کہا کہ اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو پھر ان سے جزیہ نہیں لیا جائے گا - اس اعلان کا بڑا اچھا اثر ہوا اور ذمی بڑی تعداد میں مسلمان ہو گئے -

سلطان فیروز شاہ کو بزرگوں کے ساتھ بڑی عقیدت تھی - اگر اسے پتہ چلتا کہ فلاں جگہ کوئی بزرگ رہتا ہے تو وہ اسے ضرور ملنے جاتا - ایک بار بنگال کے سفر میں اس نے پنڈوہ میں حضرت علاءالحق والدینؒ کی خدمت میں حاضری دی -[۴۵] بہار کے سفر میں مخدوم شرف الدین بن یحییٰ منیریؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ذکر ارشاد السالکین میں موجود ہے -[۴۶] وہ حضرت مخدوم جہانیاںؒ اور شیخ قطب الدین منور ہانسویؒ سے بھی عقیدت رکھتا تھا - شرف الدین بو علی قلندرؒ اس عہد کے

۴۳- سیرت فیروز شاہی ، ورق ۶۲ الف - یہاں فاضل مصنف نے شیعوں کے مختلف فرقوں کے عقاید سے بھی بحث کی ہے -

۴۴- ایضاً ، ورق ۱۷ الف - فتوحات فیروز شاہی میں بھی اصحاب اباحت کا ذکر ہے - سلطان فیروز شاہ انھیں شیعوں کا کوئی گمراہ فرقہ بتاتا ہے -

۴۵- سیرت فیروز شاہی ، ورق ۸۳ ب -

۴۶- حسین ، ارشاد السالکین ، مطبوعہ مطبع اشرف پریس بہار ۱۳۰۳ھ ، ص ۵۰۵ -

نامور بزرگ تھے ۔ ان پر اکثر جذب طاری رہتا تھا ۔ سلطان ان سے ملنے جاتا تو وہ اُسے ''فرزند من فیروز'' کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے ۔[۴۷] بدایونی کی یہ روایت قابل غور ہے کہ سلطان فیروز شاہ کی تخت نشینی حضرت نصیرالدین چراغ دہلی کے ہاتھوں انجام پائی تھی ۔[۴۸] اس کے بارے میں اس کے ہمعصر مؤرخ شمس سراج عفیف نے حضرت قطب الدین منور ہانسویؒ کا یہ قول نقل کیا ہے :

سلطان فیروز شاہ شیخی است	سلطان فیروز شاہ مشائخ طریقت
از مشائخ طریقت کہ تاج	میں سے ایک شیخ ہے جو تاج
شاہی بر سر دارد۔[۴۹]	شاہی سر پر رکھے ہوئے ہے ۔

سلطان فیروز شاہ گاہے گاہے اپنی والدہ کی قبر پر بھی حاضری دیا کرتا تھا ۔ اس نے مختلف بزرگوں (اور اپنے پیشرو سلاطین) کے مزارات کے لیے رقوم مختص کر دی تھیں ۔ ان مزارات پر لنگر جاری تھے ، جہاں سے صادر و وارد کو کھانا ملتا تھا ۔[۵۰]

فیروز تغلق اپنے قدیم ملازمین کا بڑا خیال رکھتا تھا ۔ ان میں سے اگر کوئی فوت ہو جاتا تو اُس کا مال اور واجبات اس کی اولاد میں تقسیم کر دیتا اور متوفی کے بیٹوں کو ملازم رکھ لیتا ۔ خانجہاں فوت ہوا تو اس کے فرزندوں کے ساتھ خاص طور پر نیکی کا سلوک کیا اور انھیں بہت کچھ عطا کیا ۔[۵۱] اسی طرح تتار خاں بہادر سلطانی ، خداوند خان ، قوام الدین سرحان محمود بک ، رستم بخشی داؤد خان ، عین الدین ماہرو اور ملک اختیار الدین کے بیٹوں کو بڑے اونچے مناصب عطا کیے ۔ اسی طرح محمد بن تغلق کے حکم سے جن لوگوں کے اعضا کاٹے گئے تھے ، انھیں کچھ دے دلا کر اُن سے راضی نامے لکھوائے اور انھیں ایک صندوق میں بند کرکے سلطان محمد کی قبر کے سرہانے دفن کروا دیا ۔[۵۲]

سلطان فیروز شاہ نے حوض شمسی کی مرمت اور صفائی کروائی ۔ جن لوگوں

۴۷- سیرت فیروز شاہی ، ورق ۸۴ ب ۔

۴۸- عبدالقادر بدایونی ، منتخب التواریخ ، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۶۸ء ، ج ۱ ، ص ۲۴۱ -

۴۹- شمس سراج عفیف ، تاریخ فیروز شاہی ، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۰ء ، ص ۲۲ ، ۲۳ -

۵۰- سیرت فیروز شاہی ، ورق ۷۳ ب ، اس کی تصدیق فتوحات فیروز شاہی سے بھی ہوتی ہے ۔

۵۱- ایضاً ، ورق ۷۴ الف ۔

۵۲- ایضاً ، ورق ۷۵ الف ۔ اس کی تصدیق فتوحات فیروز شاہی سے بھی ہوتی ہے -

نے حوض تک پانی لانے والی نہر پر بند باندھ کر پانی روک لیا تھا ، انھیں سخت تنبیہہ کی ۔ قطب مینار کو آسانی بجلی سے نقصان پہنچا تھا ، سلطان نے چھ ماہ کی مدت میں اس کی مرمت کروا دی اور اسے پہلے کی نسبت چند گز اور بلند کر دیا ۔۵۳ اسی طرح اس نے متعدد مزاروں اور مقبروں کی مرمت کروائی اور کئی شہر اور قصبے آباد کئے ۔ نو آباد شہروں اور قصبوں میں باغات لگوائے ، مسجدیں بنوائیں اور انھیں محرابوں ، منبروں اور قندیلوں کے ساتھ مزین کیا ۔ مساجد کے اندر مقصورے اور باہر ماذ نے تعمیر کروائے ۔ مساجد کے ساتھ مکتب قائم کر کے علوم و فنون کو فروغ دیا ۔

سلطان نے فیروز آباد میں ایک خوبصورت مسجد بنوائی اور دہلی میں مسجد جہان پناہ تعمیر کروائی ۔ اسی طرح اس نے کوشک فیروزی ، کوشک شکار اور کوشک فیروزہ کے نام سے بڑی عالی شان عمارات تعمیر کروائیں ۔ مسجد فیروز آباد کی پیشانی پر یہ اشعار منقوش تھے :

مسجد است این کہ برین قاعدہ پرداختہ اند
بہشتست کہ بر روی زمین ساختہ انہ
قبہایش کہ بر افلاک سر افراختہ اند
انجم از ماہ ندانستہ و نشناختہ اند

اسی طرح کوشک فیروز آباد کے بارے میں کسی شاعر نے کیا خوب کہا تھا :

خوبتر زین سرائے در عالم کس نپرداخت از بنی آدم
چشم گردد بحسن آو روشن طبع گردد ز نقش آو خرم
صورتی بر مثال او نقاش نتواند نگاشتن بقلم

فاضل مصنف نے کئی اوراق پر توپرہ۵۴ سے پتھر کی لاٹ کو دہلی لا کر مسجد میں نصب کرنے کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے ۔ اس کے خیال میں لاٹ کو توپرہ سے دہلی لانا عجائبات عالم میں شمار ہونے کے لائق ہے ۔ سیرت فیروزشاہی میں لاٹ کو اپنی جگہ سے اکھاڑ کر دریا تک لانے ، کشتی میں لادنے اور پھر دہلی لا کر نصب کرنے کی کئی رنگدار تصاویر دی ہیں ۔ ان تصاویر سے اس زمانے میں بھاری بھر کم چیزوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی تکنیک معلوم ہوتی ہے ۔۵۵

۵۳- ایضاً ، ورق ۸۷ الف ۔

۵۴- توپرہ ، ضلع انبالہ میں ساڈھورہ سے ۱۸ میل جانب جنوب واقع ہے ۔

۵۵- آغا مہدی حسین نے یہ تصاویر بلیک اینڈ وہائٹ میں چھاپ کر ان کا ستیاناس کر دیا ہے ۔ رنگدار تصاویر میں رسوں کی گانٹھیں تک صاف نظر آتی ہے ۔

سلطان فیروز شاہ کے عہد میں درویشوں کے قیام کے لیے متعدد خانقاہیں تعمیر ہوئیں اور پانی ذخیرہ کرنے کے لیے حوض بنائے گئے۔ فاضل مصنف نے ان خوانق اور حیاض کی تعریف میں متعدد اشعار نقل کیے ہیں۔

سلطان بوڑھے ملازمین کو وظیفہ حسن خدمت دے کر ملازمت سے سبکدوش کر دیتا اور انھیں رخصت کرتے وقت بقیہ زندگی یاد الٰہی میں بسر کرنے کی تلقین کرتا تھا۔

مصر کے عباسی خلیفہ کے ساتھ سلطان فیروز شاہ کو بڑی عقیدت تھی۔ فاضل مصنف نے اس عقیدت کے اظہار میں کئی اوراق سیاہ کر دیے ہیں۔ اس کے پیشرو سلطان محمد بن تغلق کو مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ سلطان کے لیے خلیفہ سے منشور حاصل کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ ۷۴۴ھ میں اس نے حاجی رجب کو مصر بھیجا اور ۷۴۵ھ میں خلیفہ کا منشور دہلی آیا۔ سلطان فیروز نے بھی یہ رابطہ برقرار رکھا اور اسے دربار خلافت سے۔ سیف الخلافۃ قسیم امیر المومنین سید السلاطین۔ کے خطابات عطا ہوئے۔[۵۶]

فاضل مصنف نے کئی اوراق عہد فیروزی کی برکات کے ذکر کے لیے مختص کیے ہیں اور علم نجوم پر بھی بہت مواد جمع کر دیا ہے۔ اس نے اس عہد میں تیار ہونے والے ایک اسطرلاب کا بھی ذکر کیا ہے جو — اسطرلاب فیروز شاہی — کے نام سے موسوم تھا۔ مختلف شہروں اور ملکوں کے طول بلد اور عرض بلد، بروج اور سیاروں کی حرکات کے بارے میں معلومات پڑھ کر یہ مترشح ہوتا ہے کہ فاضل مصنف کو علم نجوم میں کافی درک تھا۔ اسی طرح علم طب کے بارے میں بھی اس کی معلومات قابل قدر ہیں۔ کتاب کے آخر میں اس نے اس عہد میں استعمال ہونے والے آلات جہاد و غزا کا بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

۵۶- سیرت فیروز شاہی، ورق ۱۳۹ الف۔

مظہر معین*

(۱)

شاعری کا اسلامی تصور

شعر قدیم زمانوں سے عرب معاشرے میں اپنے اثر و نفوذ اور دل نشینی کے لحاظ سے انتہائی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ بعثت نبوی[ص] سے قبل کے دور میں جسے اصطلاحاً ''العصر الجاہلی'' یا زمانہ جاہلیہ کا نام دیا جاتا ہے شاعری اہل عرب کی تمام سرگرمیوں کے لیے محور و بنیاد کی حیثیت رکھتی تھی۔ آج تک اس دور کے عظیم شعراء امرؤ القیس، زہیر بن ابی سلمی، عمرو بن کلثوم، نابغہ ذبیانی اور دیگر حضرات کے کہے ہوئے قصائد عربی ادب کا بہترین اور اولین سرمایہ قرار پاتے ہیں۔ جن کی رفعت و عظمت کے سامنے امتداد زمانہ، گردش دوران اور ارتقائے افکار کے باوجود ہر دور کے ادب شناسوں نے سر تسلیم خم کیا ہے۔ جاہلی دور میں شاعری کے مقام و اہمیت کے بارے میں مشہور اندلسی ادیب اور مورخ ابن عبد ربہ نے ان الفاظ میں اظہار خیال کیا ہے:

''کان الشعر دیوان خاصة العرب و المنظوم من کلامها، و المقید لایامها و الشاهد علی حکامها، حتی بلغ من کاف العرب به و تفضلیها له أن عمدت الی سبع قصائد خیرتها من الشعر القدیم فکتبتها بماء الذهب فی القباطی المدرجة و علقتها فی استار الکعبة''[۱]۔

آگے چل کر ابن عبد ربہ نے ''فضائل الشعر'' کے زیر عنوان یوں لکھا ہے:

''و من الدلیل علی عظم قدر الشعر عند العرب و جلیل خطبه فی قلوبهم انه لما بعث النبی صلی الله علیه وسلم بالقرآن المعجز نظمه المحکم تالیفه وأعجب قریشاً ما سمعوا منه قالوا ما هذا الاسحر و قالوا فی النبی صلی الله علیه وسلم ''شاعر نتربص به ریب المنون''[۲]۔

جاہلی معاشرہ میں شاعر کا وجود بھی اتنا ہی اہم تھا جتنا کہ سربراہ قبیلہ کا اور جس طرح دور جدید میں مختلف انتظامی امور کی تربیت کے لیے اکیڈیمیاں قائم ہو جاتی ہیں عملاً ہر قبیلہ اپنے کچھ افراد کو شاعری کی باقاعدہ تربیت دے کر اپنی

---

*لیکچرر شعبہ عربی یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور۔

۱۔ ابن عبد ربہ۔ العقد الفرید۔ جلد ۳ (مصر: المطبعة الجمالیة، ۱۳۳۱ھ) ص ۳۷۹

۲۔ ایضاً: ص ۳۸۱۔

سرفرازی کا سامان مہیا کرتا تھا ۔ شاعر کا وجود اس قدر اہمیت کا حامل تھا کہ کسی قبیلہ میں اس کے نمودار ہونے پر بھرپور جشن منایا جاتا اور خوشی کے اس موقع پر متعلقہ قبیلہ دامے درمے قدمے سخنے ہر لحاظ سے اس مبارک موقع کو شایان شان طریقے سے مناتا ۔ اس بارے میں مشہور عرب عالم اور مصنف جلال الدین سیوطی نے ابن رشیق کے حوالے سے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے :

''وكانت القبيلة من العرب اذا نبغ فيها شاعر أتت القبائل فهنأتها بذلك و صنعت الاطعمة و اجتمع النساء يلعبن بالمزاهر كما يصنعن فى الاعراس و تتبا شرالرجال و الولدان لانه حماية لا عراضهم و ذب عن أحسابهم و تخليد لماثرهم و اشادة لذكرهم و كانوا لا يهنئون الابغلام يولد أو شاعر ينبغ فيهم أو فرس تنتج''۔[۱]

گویا کہ شاعر قبیلہ کی عزت کا نگہبان ، حسب و نسب کا محافظ ، ان کے کارناموں کو شعر کی صورت میں حیات ابدی اور ان کے تذکرے کو دوام بخشنے والا تھا ۔ مگر ان کے شاعر کو اہمیت دینے کی وجہ صرف یہی نہ تھی کہ وہ بہت سے معاملات میں زبان شاعر کے محتاج تھے بلکہ اس لیے بھی کہ وہ ایک شعر شناس اور شاعری کا اعلیٰ ذوق رکھنے والی ، فصاحت و بلاغت سے مالا مال قوم کے فرزند تھے ۔ چنانچہ معلقات کا کعبہ کے پردوں سے لٹکایا جانا ان کے ذوق شعر اور حسن انتخاب کی ایک بین دلیل ہے ۔

جاہلی معاشرے میں شعر اور شاعر کی اہمیت کے بارے میں عصر جدید کے مورخین عربی ادب نے بھی قدیم اصحاب کی آراء سے اتفاق کیا ہے ۔ اس بارے میں مشرق و مغرب کے بعض علماء کی آراء درج ذیل ہیں جو جاہلی دور میں شاعری کے مرکزی مقام اور شاعر کی اہمیت پر جامع انداز میں روشنی ڈالتی ہیں ۔ جرجی زیدان اپنی کتاب ''تاریخ آداب اللغة العربية'' میں لکھتے ہیں :

''كانوا يتخذون الشعراء واسطة فى الاسترضاء او الاستعطاف و يجعلونهم وسيلة لاثارة الحروب فيكون الشاعر لسان حال القبيلة يعبر عن غرضها و ينطق بلسانها شان الصحف الرسمية اليوم ۔ فان الصحيفة الرسمية اذا قالت قولاً علم الناس أن الحكومة تريده ۔ و هذا هو سبب ما كان يظهر من تاثير الشعر فى السياسة ۔ و لذلك فالقبيلة مطالبة برعاية شاعرها و القيام بما يحتاج اليه و اكرامه و تقديمه''۔[۲]

۱۔ السیوطی ، المزهر ، الجزء الثانی، (مصر : المكتبة الازهرية، ۱۳۲۵ھ ص ۲۹۳ ۔
۲۔ جرجی زیدان ، تاریخ اداب اللغة العربية ، الجزء الاول (بیروت: دار مكتبة الحياة ، ۱۹۶۷ء) ص ۸۷ ۔

ایک اور عرب مورخ احمد حسن زیات کا کہنا ہے :

''العرب اشعر الساميين فطرة و ابلغهم على الشعر قدرة لاتساع لغتهم للقول و ملاءمة بيئتهم للخيال و صفاء قريحتهم و سذاجة معيشتهم و قوة عصبيتهم و كمال حريتهم و خلو جزيرتهم مما يصد الفكر عن التأمل و يعوق الذهن عن التفكر فهم بين الصحراء و السماء فى فضاء من اللانهاية يملا الذهن و النفس خيالاً و جلالاً و روعة و هم فوق ذلک ذوو نفوس شاعرة و طباع ثائرة يستفزهم الرغب و الرهب و يزدهيهم الطرب و الغضب فلم يتركوا شيئاً يجول فى النفس او يقع تحت الحس الا نظموه ، فكان الشعر ديوان علومهم و حكمهم و سجل وقائعهم و سيرهم و شاهد صوابهم و خطأهم و مادة حوارهم و سمرهم و كانوا كلهم يروونه وجلهم يقرضونه عفو البديهة و فيض الخاطر حتى روى عنهم من الشعر الوجدانى ما لم يرو عن امة من امم الارض مثله فلا بدع اذا كان الشاعر يغويهم و يرشدهم و البيت الواحد يقيمهم و يقعدهم''۔[۱]

شعر جاہلی اور اس کی ادبی قدر و قیمت کے بارے میں مشہور مغربی مورخ فلپ کے حتی نے بھی اپنی تصنیف میں بڑی جامع رائے قلمبند کی ہے :

"It was only in the field of poetical expression that the pre-Islamic Arabian excelled. Herein his finest talents found a field. The Bedouin's love for poetry was his one cultural asset."[2]

مزید لکھتے ہیں :

"Arabic literature like most literatures, sprang into existence with an outburst of poetry, but unlike many others, its poetry seem to have issued forth full-grown. The oldest pieces of poetry extant seem to have been composed some-one hundred and thirty years before the Hijrah in connection with the war of al-Basus, but their odes, with their rigid conventions, presuppose a long-period of development in the cultivation of the Art of expression and innate capacities of the language. The poets of the middle part of the sixth century have never been surpassed."[3]

جاہلی معاشرے میں شاعر کی عظمت و اہمیت کے بارے میں فلپ کے حتی کا کہنا ہے :

۱۔ احمد حسن الزیات۔ تاریخ الادب العربی۔ القاہرۃ: مکتبۃ الانجلو المصریۃ ۱۹۵۵ء)
ص ۲۹ - ۳۰ -

2. Philip K. Hitti-History of the Arabs (London, Macmillan, 1956) p. 92.
3. Ibid. p. 92.